تعفن زدہ اشرافیائی جمہوریت

تحریر: سہیل احمد لون

جمہوریت کا لفظ وطن عزیز میں اتنا مقبول ہو چکا ہے کہ اس کی گردان ہر وقت کسی نہ کسی جگہ ضرور ہو رہی ہوتی ہے۔ جتنا ورد جمہوریت کا کیا جا رہا ہے اتنا استغفار کیا جائے تو شاید خدائی مدد سے ہم اس بحران سے نکل جائیں جس میں اشرافیائی جمہوریت بری طرح پھنسی چکی ہے۔ عوام تو سدابہار بحرانوں کی دلدل میں دھنسے ہیں۔ اس وقت وطن عزیز میں سیاسی بحران صرف کرسی بچانے اور کرسی گرانے کی وجہ سے آیا ہوا ہے۔ وطن عزیز میں جہاں ماں کی مامتا کے علاوہ ہر شے ملاوٹ شدہ ہے وہاں خالص جمہوریت کہاں سے آ سکتی ہے؟ ہم اس وقت تک کسی چیز کو اصل یا ملاوٹ شدہ نہیں کہہ سکتے جب تک اصل سے واقفیت نہ ہو۔ جس جمہور نے آج تک اصل جمہوریت نہ دیکھی ہوا سے نقلی، جعلی، دھاندلی زدہ یا ملاوٹ شدہ جمہوریت بھی شاید اس وجہ سے اچھی لگتی ہو کہ ان کے پاس موازنہ کرنے کے لیے آمریت کے سوا کچھ نہیں، ویسے سچ تو یہ بھی ہے کہ ہمیں آج تک حقیقی آمریت بھی نصیب نہ ہو سکی۔ جمہوریت کا مطلب عوامی خواہشات کی حکمرانی ہوتا ہے جو عوام کی ہو، عوام سے ہو اور عوام کے لیے ہو۔ انتخابات سے قبل عوام سے پشاور سے کراچی تک بلٹ ٹرین چلانے کا وعدہ کیا گیا۔ حالانکہ ٹرین کے موجد اور برصغیر پاک و ہند میں ریلوے کا نظام متعارف کروانے والے برطانیہ میں بھی بلٹ ٹرین اب تک نہیں چلائی گئی۔ بلکہ یہاں ہائی سپیڈ ٹرین کا منصوبہ بھی اس وجہ سے شروع نہیں کیا گیا تھا کہ اتنی لاگت سے تیار ہونے والے منصوبے سے بہتر ہے کہ بنیادی ضروریات کو پورا کرنے والے دیگر منصوبوں پر کام کیا جائے۔ وفاقی وزیر خواجہ سعد رفیق نے ایک انٹرویو میں بتایا کہ ان کو پتہ ہی نہیں تھا کہ بلٹ ٹرین کیا ہے اور اس پر کتنا خرچہ ہوتا ہے۔ چھ ماہ میں لوڈشیڈنگ ختم کرنے، زرداری کو الٹا لٹکانے، سڑکوں پر گھسیٹنے اور لوٹی ہوئی دولت واپس لانے کے فلک شگاف نعرے جمہور کو بچہ جمورا بنانے کے لیے لگائے گئے۔ انتخابات سے قبل گو زرداری گو کے نعرے چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں نے بھی اپنی سیاسی جماعت کے ان چہیتوں سمیت ریڈ زون میں ایوان صدر کے سامنے لگائے جہاں آج قادری اور عمران خان اپنے متوالوں کے ساتھ ڈیرہ ڈالے ہیں وہاں تمام سیاسی جماعتیں ایک پیج پر نظر آ رہی ہیں جو گزشتہ کئی دہائیوں سے حکومت کا بلاواسطہ یا بالواسطہ حصہ رہی ہیں۔ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر آنے والا دور گزشتہ دور سے بدترین ہی نظر آیا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ تمام سیاسی جماعتیں ملک و قوم کے لیے نہیں صرف اپنے مفادات کے لیے اقتدار کے ایوانوں میں آتے ہیں۔

متحدہ قومی موومنٹ جس کا نعرہ ہی سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کے خلاف ہے وہ بھی سرمایہ دار میاں نواز شریف اور جاگیردار آصف علی زرداری کے شانہ بشانہ کھڑے جمہوریت کو بچانے میں مصروف دکھائی دے رہے ہیں۔ اصلی جمہوریت عوام سے ہوتی ہے، کیا موجودہ سیاسی نظام میں ایک عام آدمی انتخابات میں حصہ لینے کی جرات کر سکتا ہے؟ سیاست ایک بزنس اور کھیل بن چکی ہے جس میں صرف پیسے والے ہی اپنا کھیل کھیل سکتے ہیں۔ جمہوریت عوام کی ہوتی ہے کیا ہمیں آج تک ایسی جمہوریت نصیب ہوئی جس عوامی من جھلکتا ہو۔ اگر

جمہوریت عوام کی ہے تو عوام کے ووٹ لیکر اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھنے والوں کو ان کے درمیان آنے سے خوف کیوں آتا ہے؟ جمہوریت عوام کے لیے ہوتی ہے تو کیا وجہ ہے کہ عوام دو وقت کی روٹی کو ترستی ہے اور حکمرانوں کے دسترخوان دیکھ کر مغلوں کا دسترخوان نامی کتاب یاد آجاتی ہے۔ حکمران طبقے کی اپنی جائیدادیں، کاروبار اور بینک بیلنس ماشاءاللہ ہوتا جارہا ہے تو عوام کی حالت انشاءاللہ۔ ہٹلر کے دیس جرمنی کے بیشتر علاقوں کو دوسری جنگ عظیم نے کھنڈرات میں تبدیل کر دیا گیا تھا مگر چار دہائیوں میں جرمنی کا شمار دنیا کی بہترین معیشت والے ممالک میں ہونے لگا، اسی طرح جاپان بھی جنگ عظیم میں جرمنی کی طرح تباہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو دنیا میں پر وقار مقام دلوانے میں کامیاب ہوگیا۔ دراصل یہی انقلاب ہے جب کوئی قوم تباہ و برباد ہو کر از سر نو اپنے آپ کو مستحکم کرتی ہے۔ یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہوتا جب تک سربراہ مملکت دیانتدار اور اہل نہ ہو، جہاں قانون کی نظر میں سب برابر ہوں۔ احتساب اور سزا کا عمل اگر صرف غریب عوام کے لیے ہوگا تو ملک کا حال وہی ہوگا جو اس وقت وطن عزیز کا ہے۔ جرمنی میں دو بڑی سیاسی جماعتیں صرف ملکی مفادات کی خاطر مخلوط حکومت بناتے ہیں مگر ہمارے ہاں تمام سیاسی جماعتیں اپنا اقتدار بچانے اور کرپشن چھپانے کے لیے متحد ہو جاتے ہیں۔ کوئی بھی سیاسی جماعت کسی نہ کسی فرد کے نظریے کی آئینہ دار ہوتی ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ وہ سیاسی جماعت اس فرد کی ذاتی ملکیت بن جائے جس میں صرف اس کی اپنی نسل ہی قابض ہو جائے۔ حقیقی جمہوریت میں سیاسی جماعت کسی فرد یا خاندان کی ملکیت نہیں ہوتی۔ ورنہ برطانیہ میں ٹوری، کنزرویٹو پارٹی اور لیبر پارٹی، جرمنی میں SPD اور CDU، امریکہ میں ڈیموکریٹک اور ری پبلکن پارٹی کے ناموں کے آگے اے، بی، سی...... جیسا لفظ بھی لکھا ہوتا جس سے اس کے بانی اور خاندان کا پتہ چلتا اور آج ان سیاسی جماعتوں کے سربراہان بھی اسی خاندان سے ہوتے۔ ہماری سیاسی جماعتوں کے نام سے ہی آمریت کی جھلک نظر آتی ہے، تمام بڑی سیاسی جماعتوں کے خاندانوں نے پارٹی پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اس مقصد کے لیے ہم زرداری سے بھٹو بننے میں بھی دیر نہیں لگاتے۔ مسلم لیگ نون کے نام سے ہی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ صرف میاں نواز کے گھر کی جماعت ہے اس میں کوئی چیمہ، چٹھہ، بٹ، کاہلوں یا ملک بطور ورکر تو شامل ہوسکتا ہے مگر پارٹی کی قیادت کے لیے میاں صاحبان کے گھر کا فرد ہونا لازمی ہے۔ یہی حال دیگر بڑی سیاسی جماعتوں کا ہے۔ حقیقی جمہوریت میں حکمران طبقہ عوام اور قانون کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے۔ گورڈن براؤن کے منہ سے ایک بوڑھی خاتون کے لیے نکلا ہوا صرف ایک جملہ Bigoted Woman جو کسی صحافی کی ٹیپ میں ریکارڈ ہوگیا، گورڈن براؤن کے سیاسی زوال کا باعث بن گیا حالانکہ اس نے گھر جا کر خاتون سے معافی بھی مانگی مگر پھر بھی عوام نے اسے دوبارہ قبول نہیں کیا۔ جرمنی کے سابقہ صدر Christian Wulf اس لیے مستعفی ہوگئے کہ ان پر یہ الزام تھا کہ ان بیوی نے قرضہ لیکر مکان بنایا مگر انہوں نے اسے ظاہر نہیں کیا تھا۔ جہاں حقیقی جمہوریت ہو وہاں واٹر گیٹ سکینڈل میں ملوث امریکی صدر کو بھی گھر بھیج دیا گیا۔ جہاں قانون و انصاف کی بالا دستی بلا امتیاز ہو وہاں کوئی شخص بلی کو کوڑے والے ڈرم میں ڈالے تو اسے بھی سزا ہو جاتی ہے مگر جہاں قانون صرف غریب عوام کے لیے ہو وہاں کیمرے کی آنکھ کے سامنے 14 نہتے اور معصوم شہریوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے اور 90 کو زخمی کر دیا جائے مگر ورثا کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ایف۔ آئی۔ آر درج کرواسکیں کیونکہ اس میں خادم اعلی سمیت ایسے بااثر افراد کا نام شامل ہے جن کے نام پر ایف آئی آر درج کرنے سے جمہوریت ڈی ریل ہونے کا خدشہ

ہے۔انٹرنیٹ کے دور میں دنیا ایک چھوٹا سا گلوبل ولیج بن چکی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ ہم نے آج تک حقیقی جمہوریت نہیں دیکھی مگر اب جمہور کو جمہوریت کے نام پر زیادہ دیر بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا کیونکہ اب گھر بیٹھے کم از کم دیگر ممالک کی اصلی جمہوریت اور اس کے ثمرات دیکھ کر اسے تعفن زدہ اور جعلی جمہوریت سے موازنہ کیا جا سکتا ہے۔عوام کے سیاسی شعور کے بیدار ہونے کا ثبوت حالیہ انقلاب اور آزادی مارچ ہیں۔ یہ کونسی جمہوریت ہے جسے بچانے کے لیے وہ تمام سیاسی جماعتیں متحد ہیں جو گزشتہ کئی برسوں سے عوام کا خون چوسنے میں مصروف ہیں۔یہ کونسی جمہوریت ہے جس میں جمہور کے فرائض کا پلڑا تو بھرا ہوا ہے مگر اس کے حقوق کا پلڑا خالی ہے۔یہ کونسی جمہوریت ہے جس میں آئین کی وہ شق تو بار بار سنائی جاتی ہیں جس سے اقتدار بچایا جا سکے مگر وہ شقیں جن میں جمہور کے بنیادی حقوق، انصاف، تحفظ، تعلیم، خوراک، رہائش، طبی سہولیات کا ذکر ہوا سے بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ان دھرنوں کا نتیجہ خواہ کچھ بھی آئے مگر اس سے ایک بات واضح ہو گئی کہ آئندہ عوام کو جمہوریت کے نام سے بے وقوف بنانے سے قبل درجنوں بار سوچنا پڑے گا۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

24-08-2014.